لڑکیوں کے لیے انمول تحفہ

موتیوں کا ہار

حصہ دوم

افضل حسینؒ
ایم۔اے۔ایل۔ٹی

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیاری بیٹیوں سے

پیاری بیٹیو! تم نے رنگ رنگ کے ہار دیکھے ہوں گے۔ روپہلے بھی، سنہرے بھی، جڑاؤ اور سادے بھی، چھوٹے اور بڑے بھی اور اصلی اور نقلی بھی۔ اُن کی چمک دمک اور خوبصورتی دیکھ کر شاید تمھارا بھی جی چاہتا ہوگا کہ ایسا ہی ایک عمدہ ہار تمھارے پاس بھی ہوتا ہے۔ مگر یہ ہار بس ایسے ہیں کہ کچھ ہی دنوں میں اُن کی چمک دمک جاتی رہتی ہے۔ اِن کا رنگ پھیکا پڑ جاتا ہے۔ اِن میں سے اکثر کھوٹے نکل جاتے ہیں۔ ان کے ٹوٹ پھوٹ جانے، گم ہو جانے یا چوری چلے جانے کا بھی ڈر لگا رہتا ہے۔

میں نے تمھارے لیے ایسا خوب صورت ہار تیار کیا ہے، جس کے سارے موتی سچے اور قیمتی ہیں۔ اس ہار کی چمک دمک ہمیشہ باقی رہے گی۔ تم اس سے اپنے آپ کو آراستہ کرو۔ یہ تمھیں سب کی آنکھوں کا تارا بنا دے گا اور آخرت میں بھی تمھارے کام آئے گا۔ اللہ تمھیں مبارک کرے۔

تمھارا خیر خواہ

افضل حسین

(۱)

شرم وحیا

شرم وحیا لڑکیوں کا سب سے قیمتی زیور ہے۔ جو بیٹیاں اس زیور سے آراستہ ہوتی ہیں، وہ سب کی آنکھوں کا تارا بنی رہتی ہیں۔ ماں باپ، بھائی بہن، اعزہ واقارب سب اس کی قدر کرتے اور سر آنکھوں پر بٹھاتے ہیں۔ نیک لڑکیاں ہمیشہ شرم وحیا کی پتلی ہوتی ہیں۔

پیارے رسولؐ کی چہیتی بیٹی بی بی فاطمہؓ سے تم واقف ہو۔ دوسری تمام خوبیوں کی طرح وہ اس بات میں بھی عام لڑکیوں کے لیے بہترین نمونہ تھیں۔ ان میں شرم وحیا کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ بے حیائی کی باتوں سے تو وہ ہمیشہ کوسوں دور رہیں۔

بی بی فاطمہؓ ایک بار کسی ضروری کام سے اپنے ابا جانؐ کے پاس گئیں۔ وہاں کچھ آدمیوں کو بیٹھے دیکھا تو دبے پاؤں واپس آگئیں۔ جسم کو سر سے پاؤں تک بہت احتیاط سے ڈھکے رہتی تھیں۔ گھر کا سارا کام کاج ان کو خود کرنا پڑتا تھا۔ یہاں تک کہ کافی فاصلے سے خود پانی سے بھری مشک

لاد کر لاتی تھیں۔ مگر کیا مجال جو جسم کے کسی حصے کی بے پردگی ہو جائے آپ نے کبھی کوئی ایسا باریک کپڑا نہیں پہنا جس سے جسم کی نمائش ہوتی ہو۔

زندگی میں تو خیر آپ ہمیشہ ہی احتیاط کرتی رہیں۔ آخری وقت میں بھی جب بیمار پڑی تو اکثر فکر مند رہتیں کہ مرنے کے بعد لاش کی بے پردگی نہ ہو۔ کیوں کہ اس وقت تک عورتوں کا جنازہ بھی مردوں کی طرح کھلا ہوا جاتا تھا۔

حضرت عمیسؓ کی صاحب زادی بی بی اسماء سے ذکر آیا تو انھوں نے فرمایا کہ حبش میں عورتوں کے جنازے پر لکڑی کھڑی کر کے پردہ تان دیتے ہیں۔ پھر بی بی اسماء نے کھجور کی شاخوں سے پردہ تان کر دکھایا بی بی فاطمہؓ کو یہ طریقہ بہت پسند آیا۔ چناں چہ اُن کے جنازے پر بھی اِسی طرح پردہ کیا گیا اور اسی وقت سے عورتوں کے جنازے پر پردہ لگایا جانے لگا۔ ان کی اسی شرم وحیا کا اثر تھا کہ ان کی گود میں پلنے والے بیٹے حضرت حسینؓ نے دین کی لاج رکھنے کے لیے اپنی جان قربان کر دی۔

---

(۲)

قرآن کی تلاوت کا اثر

قرآن کی تلاوت میں بڑا اثر ہے۔ سمجھ سمجھ کر قرآن پڑھنے سے اپنا سدھار تو ہوتا ہی ہے، جو لڑکیاں نمازِ فجر کے بعد پابندی سے تلاوت کرتی ہیں، ان کے چھوٹے بھائی بہنوں پر بھی بڑا اثر پڑتا ہے۔ آنکھ کھلتے ہی جب ان کے کانوں میں قرآن کی آیتیں پڑتی ہیں تو وہ بھی متاثر ہوتے ہیں اور رفتہ رفتہ سدھرنے لگتے ہیں۔

حضرت عمرؓ جیسے عظیم خلیفہ جن کے نام سے بڑے بڑے حکمراں کانپتے تھے، وہ اپنی بہن کی تلاوت ہی سے اثر لے کر مسلمان ہوئے تھے۔ اس سے پہلے تو وہ اسلام کے بڑے سخت مخالف تھے۔ عرب کے کافر سرداروں نے حضورؐ سے انھیں بہت بدظن کر دیا تھا۔ وہ سمجھنے لگے تھے کہ پیارے نبیؐ اسلام پیش کر کے ان کے باپ دادا کا دین چھڑا دینا چاہتے ہیں۔ چناں چہ ایک دفعہ خفا ہو کر وہ حضورؐ کو قتل کرنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ توبہ توبہ، اس طرح وہ چراغ ہی گُل کر دینا چاہا جس سے اسلام کی روشنی پھیل رہی تھی۔ راستے میں ایک شخص ملا۔ حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں ننگی

تلوار دیکھی تو سمجھ گیا کہ تیور اچھے نہیں ہیں۔ پوچھا "عمر کہاں کا ارادہ ہے؟"
بولے: "محمدؐ کا کام تمام کرنے جا رہا ہوں" اس نے کہا: "پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو۔ تمھارے بہن بہنوئی بھی مسلمان ہو چکے ہیں۔"

یہ سنتے ہی وہ پلٹ پڑے۔ پہلے بہنوئی کے گھر پہنچے۔ بہن بہنوئی کو خوب پیٹا، یہاں تک کہ وہ دونوں لہولہان ہو گئے۔ اب اُن کی بہن فاطمہ نے جوش میں آ کر کہا:

عمر! تم چاہے کچھ کرو، ہم اس دین کو چھوڑنے والے نہیں۔ ذرا پہلے تم وہ کتاب تو سن لو، جسے سن کر ہم ایمان لائے ہیں۔" بہن کی بات کا ان پر اثر ہوا اور کلام پاک سننے پر راضی ہو گئے۔ فاطمہ نے نہایت سوز سے سورۂ طٰہٰ کے پہلے رکوع کی تلاوت کی۔

حضرت عمرؓ کے کانوں میں جو قرآن کے میٹھے الفاظ پڑے تو وہ بڑے متاثر ہوئے۔ آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے، وہاں سے اُٹھے، سیدھے پیارے نبیؐ کے پاس گئے اور اسلام قبول کر لیا۔

اس طرح بہن کی تلاوت کا بھائی پر اتنا اثر ہوا کہ وہی بھائی جو نبیؐ اور ان کے لائے ہوئے دین کے اتنے بڑے مخالف تھے کہ قتل کرنے کے لیے گھر سے تلوار لے کر نکلے تھے، وہی مسلمان ہو کر دین کے بہت بڑے خادم ہو گئے۔

---

(۳)

حضورؐ سے محبّت

حضور کو اللہ نے ساری دنیا کے لیے رحمت بنا کر بھیجا تھا۔ آپؐ سب کی بھلائی اور بہتری چاہتے تھے۔ کسی کو تکلیف میں دیکھتے تو بے چین ہو جاتے اور اُس کا دُکھ دُور کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے۔ بچوں اور بچیوں سے تو آپؐ کو بے حد اُنس تھا۔ آپؐ کی نواسی بی بی اُمامہ تھیں۔ آپؐ اکثر انھیں گود میں لیتے۔ نماز کی حالت میں بھی وہ گود سے نہ اترتیں۔ اِسی حال میں نماز ادا کرتے اور جب رکوع یا سجدے میں جاتے تو انھیں اتار دیتے۔

ایسے پیارے نبیؐ سے بھلا کون محبت نہ کرے گا۔ جبھی تو عورت مرد بچے اور بوڑھے سب آپ کو ماں باپ بہن بھائیوں سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔

ایک دفعہ کا ذِکر ہے کافروں نے بہت بڑی فوج لے کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ حضورؐ اور اُن کے پیارے ساتھی مقابلے کے لیے گئے۔ حضورؐ کو جنگ میں سخت چوٹ آئی۔ دندانِ مبارک شہید ہو گئے۔ ساتھ ہی حضورؐ کے

شہید ہو جانے کی افواہ بھی پھیل گئی۔ افواہ کا پھیلنا تھا کہ مدینے کے سارے لوگ بے چین ہو گئے۔ مرد عورتیں لڑکے لڑکیاں سب کے سب بے تاب ہو کر گھروں سے نکل پڑے۔

مدینے میں ایک خاندان بنو دینار کا تھا۔ اس خاندان کی ایک نیک بی بی نے سنا تو حضورؐ کی محبت میں بیتاب ہو کر دوڑی دوڑی میدانِ جنگ تک پہنچ گئیں۔ راستے میں معلوم ہوا کہ جنگ میں اُن کے بھائی، باپ اور شوہر تینوں شہید ہو گئے۔ انھوں نے ان لوگوں کی شہادت کا حال نہایت صبر کے ساتھ سنا اور بولیں:

"یہ سب سہی، مگر یہ بتادو کہ حضورؐ کا کیا حال ہے؟"

بتایا گیا آپ زندہ وسلامت ہیں۔ البتہ چوٹ سخت آئی ہے۔ پھر جب حضورؐ کو خود دیکھ لیا تو بے اختیار پکار اُٹھیں:

"آپؐ کے ہوتے سب کچھ گوارا ہے۔"

۱- حضورؐ کا بچوں کے ساتھ کیا برتاؤ تھا؟

۲- آپؐ سے لوگوں کو کیوں غیر معمولی محبت ہوتی ہے؟

۳- جنگ میں کیا افواہ پھیلی؟

۴- اس افواہ کا مدینے والوں پر کیا اثر پڑا؟

۵- دینار کے خاندان کی نیک بی بی پر کیا گزری؟

۶- حضورؐ کی صورت دیکھنے کے بعد اس نیک بی بی نے کیا کہا؟

(۴)

والدین کی ناراضی سے بچنا

"اللہ کی خوشی ماں باپ کی خوشی میں ہے۔ اللہ کی ناراضی ماں باپ کی ناراضی میں ہے۔"

پیارے نبیؐ کی پیاری بیٹی بی بی فاطمہؓ اس حقیقت سے خوب واقف تھیں۔ اسی لیے کبھی کوئی ایسا کام نہیں کرتی تھیں، جس سے ابّا جانؐ ناراض ہوں۔ اگر کبھی بھول چوک ہو جاتی تو فوراً اُس سے توبہ کرتیں اور پھر اُس کے پاس بھی نہ پھٹکتیں۔

ایک دفعہ حضورؐ سفر سے لوٹے۔ بی بی فاطمہؓ نے مارے خوشی کے گھر کو سجایا، دروازے پر رنگین پردہ لٹکایا، اپنے دونوں بیٹوں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو چاندی کے کنگن پہنائے۔ حضورؐ عادت کے مطابق سب سے پہلے اُن سے ملنے گئے۔ مگر وہاں یہ ساز وسامان دیکھا تو بغیر ملے ہی واپس ہو گئے۔ بی بی فاطمہؓ کو حضورؐ کی ناراضی کا حال معلوم ہوا تو بہت رنجیدہ ہوئیں۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ کنگن اور پردہ اتار ڈالا اور حضورؐ

کے پاس بھیج کر کہلا دیا کہ میں نے ان کو صدقہ کر دیا۔ آپ جس کو چاہیں دے دیں۔ آپؐ نے ان کو بیچ کر رقم اُن غریب مسلمانوں پر خرچ کر دی جو دین کی خدمت کے لیے مسجد نبوی میں چبوترے پر رہا کرتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت علیؓ نے بی بی فاطمہؓ کو ایک سونے کا ہار دیا۔ وہ گلے سے اتار کر اُسے اپنی ایک سہیلی کو دکھا رہی تھیں کہ اچانک حضورؐ تشریف لے آئے۔ سونے کے ہار پر نظر پڑی تو حضور فوراً واپس ہو گئے۔ بی بی فاطمہؓ سمجھ گئیں کہ حضورؐ کو یہ پسند نہیں۔ اُنھوں نے اس ہار کو بیچ کر ایک غلام خریدا اور اُسے اللہ کی راہ میں آزاد کر دیا۔ حضورؐ کو پتا چلا تو بہت خوش ہوئے اور اللہ کا شکر ادا کیا۔

غرض جس کام کے متعلق پتا چل جاتا کہ ابّا جان کو ناپسند ہے، اُسے فوراً چھوڑ دیتی تھیں۔ اسی لیے تو حضورؐ بھی ان کا بے حد خیال رکھتے، محبت سے پیش آتے اور ان کی بڑی قدر کرتے۔

۱- بی بی فاطمہؓ کیسی تھیں؟

۲- اپنے ابا جان کے ساتھ ان کا کیا رویہ تھا؟

۳- حضورؐ کو خوش رکھنے کے لیے وہ کیا کرتی تھیں؟

۴- اس سبق میں کون کون سے واقعات بیان ہوئے ہیں؟

۵- ان واقعات سے کیا اندازہ ہوتا ہے؟

(۵)

صدقہ

ہم دیکھتے ہیں دنیا میں سب کے پاس برابر برابر دولت نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مصلحت سے کسی کو زیادہ دیا ہے کسی کو کم اور کوئی بے چارہ بالکل ہی محروم ہے۔ نہ پیٹ بھرنے کو روٹی، نہ تن ڈھانکنے کو کپڑا۔ ان بے چاروں کا حصہ دراصل اللہ نے اُن لوگوں کے پاس امانت کے طور پر رکھ دیا ہے، جن کے پاس اپنی ضرورت سے کچھ زیادہ ہے۔ ایسے لوگوں کا فرض ہے کہ وہ محتاجوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان کا حق ان تک پہنچا دیں۔ جو لوگ اپنا فرض پہچانتے ہیں، وہ غریبوں اور مسکینوں کی دل کھول کر مدد کرتے ہیں۔ کتنی اللہ کی بندیاں ایسی ہوتی ہیں جنھوں نے اپنے حصے کی روٹی بھی محتاجوں کو دے دی اور خود بھوکی سو رہیں۔

ایک دفعہ کا ذِکر ہے، بی بی فاطمہؓ کے گھر کھانے کو کچھ نہ رہا۔ اُن کے میاں حضرت علیؓ کہیں سے محنت مزدوری کر کے کچھ جو لائے۔ بی بی فاطمہؓ نے ایک حصہ پیس کر روٹی تیار کی۔ کھانے بیٹھی ہی تھیں کہ دروازے

پر ایک مسکین آ گیا اور کہا کہ میں بھوکا ہوں۔ بی بی فاطمہؓ نے سارا کھانا اسے دے دیا۔

اب ایک حصہ جو اور پیس کر روٹی پکائی، اتنے میں ایک یتیم آ گیا، اُنھوں نے اس مرتبہ سارا کھانا اسے دے دیا اور باقی جو پسینے لگیں۔

تیسری بار کھانا تیار کیا تو ایک قیدی نے اللہ کی راہ میں سوال کر دیا۔ اُنھوں نے سارا کھانا اس کے حوالے کر دیا۔ پورا گھر بھوکا رہ گیا۔

ان کا یہ کام اللہ کو ایسا پسند آیا کہ گھر بھر کی تعریف میں ایک آیت نازل فرمائی، جس کا مطلب یہ ہے:

''وہ اللہ کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔''

تم خود سوچو! جس نیک بی بی کی اللہ تعالیٰ خود تعریف کریں، اس سے زیادہ خوش قسمت اور کون ہوگا۔

۱- دنیا میں دولت کے اعتبار سے کتنی طرح کے لوگ ہوتے ہیں؟

۲- اپنی ضرورت سے زیادہ دولت کو کس کا حق سمجھنا چاہیے؟

۳- محروم لوگوں کو ان کا حق کس طرح پہنچایا جا سکتا ہے؟

۴- بی بی فاطمہؓ نے محتاجوں کی کس طرح مدد کی؟ پوری کہانی اپنے الفاظ میں سناؤ۔

۵- تم نے اگر کبھی کسی مسکین کی مدد کی ہو تو بیان کرو۔

(٦)

بروقت ٹوکنا

ہر عیب سے پاک تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس نے گناہوں سے پاک صرف نبیوں کو رکھا ہے۔ باقی سارے انسانوں سے غلطی ہوسکتی ہے۔ اللہ کے نیک بندے اس حقیقت سے واقف ہیں۔ چناں چہ جب کبھی انھیں غلطیوں پر ٹوکا جاتا ہے تو وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔ اور فوراً اپنی اصلاح کر لیتے ہیں۔ مسلمانوں کا بھی یہ فرض ہے کہ جب کبھی وہ کسی کو کوئی غلط کام کرتا دیکھیں، فوراً ٹوک دیں۔ اس سے برائیاں دب جاتی ہیں۔

حضرت عمرؓ کو تو تم جانتی ہی ہو۔ ان کا نام سن کر بڑے بڑے حاکم لرز جاتے تھے۔ مگر انھوں نے رعایا میں ایسی روح پھونک دی تھی کہ معمولی آدمی بھی اُن کی کوئی غلطی محسوس کرتا تو فوراً ٹوک دیتا اور وہ خوشی خوشی اسے مان لیتے۔

ایک بار وہ خطبہ دے رہے تھے۔ خطبے میں نکاح میں زیادہ مہر رکھنے پر مسلمانوں کو ڈانٹ رہے تھے۔ بات ٹھیک تھی، زیادہ مہر کی وجہ سے

شادی بیاہ میں بڑی رکاوٹ پڑتی ہے۔ اُنھوں نے فرمایا کہ لوگ حضورؐ کی بیٹیوں اور بی بیوں سے بھی زیادہ مہر رکھنے لگے ہیں۔ جو لوگ اس سے زیادہ مہر رکھیں گے، انھیں سزا دی جائے گی۔

زیادہ مہر پر ڈانٹنا تو ٹھیک تھا مگر حد بندی کا انھیں کوئی حق نہ تھا۔ کیوں کہ اللہ نے قرآن پاک میں خود کوئی حد مقرر نہیں کی ہے۔ بلکہ مرد اگر زیادہ دے سکتا ہے تو دے۔ حضرت عمرؓ کو اس موقعے پر یہ بات یاد نہ تھی، چناں چہ فوراً مجمعے میں سے ایک عورت کھڑی ہو گئی اور بولی:

''عمر! تمھیں حد مقرر کرنے کا کیا حق ہے۔ اللہ نے ہم عورتوں کو جو حق دیا ہے، وہ تم چھیننا چاہتے ہو؟''

اس کے بعد اس عورت نے قرآن کی وہ آیت پڑھی، جس کا مطلب یہ ہے:

''اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی لے آنے کا ارادہ کر ہی لو تو خواہ تم نے اسے ڈھیر سا مال ہی کیوں نہ دیا ہو، اس میں سے کچھ واپس نہ لینا۔''

حضرت عمرؓ نے سنا اور فرمایا:

''ایک بڑھیا بھی عمر سے زیادہ جانتی ہے۔ آج اس نے مجھے ہلاکت سے بچا لیا۔''

دیکھا تم نے بروقت ٹوک دینے سے کتنا فائدہ ہوا۔

---

(۷)

ایثار

دوسروں کو آرام پہنچانے کے لیے خود تکلیف اُٹھالینا، یہی ایثار ہے۔ یہ انسانیت کی سب سے بڑی نشانی ہے۔ لڑکیوں کو یہ خوبی اللہ نے لڑکوں سے زیادہ دی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اچھی بیٹیاں اپنے ماں باپ، بھائی بہنوں اور دوسرے عزیزوں کے آرام کی خاطر طرح طرح کی تکلیفیں جھیل جاتی ہیں۔ بسا اوقات تو دوسروں کے لیے اپنی جان کو بھی خطرے میں ڈال دیتی ہیں۔

ابھی چند ہی سال پہلے کا واقعہ ہے، عربوں کے ایک شہر طرابلس پر دشمنوں نے حملہ کیا۔ مرد تو دشمنوں سے لڑنے گئے، عورتیں اور بچیاں بھی ان کا ہاتھ بٹانے میدان میں پہنچ گئیں۔ یہ سب لاشیں اُٹھاتیں، زخمیوں کو پانی پلاتیں اور اُن کی مرہم پٹی کرتیں۔ ان میں دس گیارہ سال کی ایک چھوٹی بچی فاطمہ تھی یہ طرابلس کے سب سے بڑے قبیلے کے سردار عبداللہ کی اکلوتی بیٹی تھی۔

مقابلہ بہت ہی سخت تھا۔ دشمن کی طرف سے بہت ہی زبردست

گولہ باری ہو رہی تھی۔ بڑے بڑے سورماؤں کے چھکے چھوٹ رہے تھے۔ مگر نڈر فاطمہ اپنی پیٹھ پر چھوٹی سی مشک لادے ہوئے دوڑی دوڑی پھرتی تھی اور جہاں کوئی زخمی ہو کر گرتا فوراً پانی لے کر اس کے پاس پہنچ جاتی۔ اس کی جرأت دیکھ کر بعض لوگوں نے سمجھایا بھی کہ تم اپنے باپ کی اکلوتی بیٹی ہو اپنی جان کو اِس طرح خطرے میں کیوں ڈالتی ہو۔ مگر وہ تو اپنی دُھن کی پکّی تھی۔ اس نے ایک نہ سنی اور اپنے کام پر برابر لگی رہی۔

اِتفاق سے چار مسلمان سپاہی ایک بار دشمنوں کے نرغے میں آ کر بری طرح زخمی ہوئے۔ فاطمہ فوراً پانی لے کر ان کے پاس پہنچی۔ وہ پانی پلانے چلی کہ ایک دشمن نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس نے چھڑانے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکی۔ قریب ہی ایک زخمی کی تلوار پڑی تھی اُس نے جلدی سے تلوار اٹھا کر ایسا وار کیا کہ دشمن کا ایک ہاتھ کٹ گیا۔ مگر اس نے دوسرے ہاتھ سے فاطمہ کو سنگین مار کر زخمی کر دیا۔ وہ خون میں لت پت زمین پر گر پڑی۔ مگر اس حال میں بھی اسے زخمیوں کی امداد کا خیال تھا۔ وہ گھسٹتے ہوئے قریب کے ایک زخمی کے پاس پہنچی۔ مگر ابھی پانی نہ پلا سکی تھی کہ خود اس بے چاری کی جان نکل گئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

فاطمہ! تو آبروے اُمّتِ مرحوم ہے

---

(۸)

حرام مال سے پرہیز

اسلام کے چاروں پیارے خُلفا گزر چکے تو جاہل قوموں کی دیکھا دیکھی مسلمانوں کے یہاں بھی بادشاہت چل پڑی۔ مسلمانوں کے سردار بیت المال کو اپنی ملک سمجھ کر اپنے آرام پر خرچ کرنے لگے۔ سردار ہونے کے لیے اب نیکی، پرہیزگاری اور قرآن و حدیث کا صحیح علم ضروری نہ رہا۔ بلکہ سردار کا بیٹا چاہے ناکارہ ہو، وہی باپ کا جانشین ہونے لگا۔

اسی طرح بہت دن گزر گئے۔ عام مسلمانوں کا حال روز بہ روز خراب ہونے لگا اور شاہی خاندان کے لوگ اُن کی گاڑھی کمائی اپنی ذات پر خرچ کر کے مزے کرنے لگے۔ اتفاق سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ ہوئے۔ وہ نہایت خداترس اور نیک تھے۔ انھوں نے سلطنت کا انتظام پھر اُسی طریقے سے کرنا شروع کیا جیسا کہ چاروں خلفا کے دور میں تھا۔ انھوں نے شاہی خاندان کے لوگوں سے وہ جاگیریں واپس لینی شروع کیں، جو ان لوگوں نے ناجائز طریقے سے حاصل کی تھیں۔ یہ شاہی خاندان بھی انھی

کا خاندان تھا۔ ان کی بیوی حضرت فاطمہ بھی شاہی خاندان سے تھیں۔ ان کے سارے زیور بھی بیت المال کے پیسوں سے بنے تھے۔ اُنھوں نے انھیں سمجھایا تو بی بی فاطمہ نے ہنسی خوشی سارے زیورات واپس کر دیے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی یہ اصلاحی کوششیں شاہی خاندان کے لوگوں کو بُری لگیں۔ چناں چہ ان کے سالے نے انھیں زہر دے کر مروا ڈالا۔ ان کی شہادت کے بعد وہ بی بی فاطمہ کے پاس ان کے زیورات لے کر آیا اور بولا:

"تمھارے شوہر نے بڑا ظلم کیا تھا، تمھارے زیورات بیت المال میں جمع کرادیے تھے۔ لو اب خوش ہو جاؤ۔ میں یہ زیورات واپس لے آیا ہوں۔"

بی بی فاطمہ کو بے حد غصہ آیا۔ بولیں:

"میں، اپنے مرحوم شوہر کے اب بھی دل سے قدر کرتی ہوں۔ یہ سارے زیورات ناجائز طور پر میرے قبضے میں آئے تھے۔ میں نے اپنی خوشی سے انھیں بیت المال میں واپس کر دیا تھا۔ جب یہ بیت المال کی ملک ہیں تو انھیں واپس لینے کا اب سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

بھائی نے بہن کا کھرا جواب سنا تو اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔

---

(۹)

یاد رکھنے کی باتیں

پیاری بیٹیو! تم نے پیارے نبیؐ کی چہیتی بیٹی بی بی فاطمہ کے کئی قصے پڑھے۔ وہ کتنی اچھی بیٹی تھیں۔ اپنے ابّا جان سے بے حد محبت کرتی تھیں۔ انھیں دکھی دیکھتیں تو تلملا اُٹھتیں۔ ہمیشہ خوش رکھنے کی کوشش کرتیں۔ آپؐ کی ناراضی سے بچتیں۔ کیوں کہ وہ جانتی تھیں کہ اللہ کی خوشی باپ کی خوشی میں، اور اللہ کی ناراضی باپ کی ناراضی میں ہے۔ پیارے نبیؐ سارا کام کاج خود کرتے تھے۔ وہ بھی گھر کا سارا کام کاج خود کرتی تھیں۔ غریبوں اور محتاجوں کا بڑا خیال رکھتی تھیں۔ انھیں کھلا دیتیں اور خود بھوکی رہ جاتیں۔ شرم وحیا کا تو وہ پیکر تھیں۔ ساری زندگی نہایت حیا کے ساتھ گزاری۔ مرتے وقت جنازے کو ''پردہ دار'' کے ساتھ اٹھانے کا رواج ڈال گئیں۔ نماز روزے اور اللہ کے ذکر کا اتنا خیال رکھتیں کہ ایک ذِکر کا نام ہی تسبیحِ فاطمہ پڑ گیا۔ حضرتِ فاطمہؓ رنگ روپ، چال ڈھال اور بات چیت ہر چیز میں اپنے ابّا جان سے بالکل ملتی جلتی تھیں۔ وہ اپنی خوبیوں کی وجہ سے

اپنے ''ابا جان'' گھر والوں اور دوسرے رشتہ داروں کو پیاری تو تھیں ہی، آج تک جو بھی اُن کے بارے میں کچھ سنتا یا پڑھتا ہے، اُن کی اچھائیوں کی دل سے قدر کرتا ہے۔

تم نے حضرت عمرؓ کی بہن حضرت فاطمہؓ کا حال پڑھا، اللہ کی اس نیک بندی نے دین کی خاطر اپنے بھائی کی مار برداشت کی، ان کی ثابت قدمی اور تلاوتِ قرآن سے حضرت عمرؓ جیسے سخت آدمی کا دل موم ہوگیا۔ اور انھیں ایمان کی دولت نصیب ہوئی۔

تم نے عمر ثانیؒ کی بیوی حضرت فاطمہ کا حال پڑھا۔ وہ کتنی نیک تھیں۔ جب اُن کو معلوم ہوا کہ میرے زیور ناجائز پیسوں سے بنے ہیں تو اُنھوں نے زیور بیت المال میں داخل کردیے اور شوہر کے انتقال پر جب بھائی زیور واپس لایا تو لینے سے انکار کردیا۔

تم نے فاطمہ بنت عبداللہ کے بارے میں پڑھا، وہ کتنی بہادر اور نڈر تھیں۔ چھوٹی سی بچی اور لڑائی کے میدان میں بے تکلف گھس گئی۔ اپنی جان پر کھیل کر زخمیوں کی مدد کرتی اور انھیں پانی پلاتی رہی، اور اس طرح دوسروں کے آرام کی خاطر شہید ہوگئی۔

دیکھا تم نے؟ اس نام میں کتنی برکت ہے۔ جبھی تو لوگ اپنی بیٹیوں کا نام فاطمہ رکھتے ہیں۔ تم میں سے بھی تو بہت سی لڑکیوں کا نام فاطمہ

ہوگا۔ یا اُن کے نام کے ساتھ فاطمہ لگا ہوگا۔ جیسے بلقیس فاطمہ، برجیس فاطمہ، کنیز فاطمہ وغیرہ۔ یہ نام اسی لیے رکھے گئے ہیں کہ تم بھی بی بی فاطمہ کی طرح اچھے اچھے کام کرو۔

ہر نیک باپ اپنی بیٹی کا نام کسی بہت مشہور نیک بی بی کے نام پر رکھتا ہے۔ تا کہ اُس کی پیاری بیٹی بھی ویسی ہی نیک بنے۔ ذرا معلوم تو کرو کہ تمھارے نام کی کون کون سی مشہور بیٹیاں گزری ہیں۔ پھر اپنے نام کا لاج رکھنے کے لیے ویسے ہی پیارے کام تم بھی کرو۔